البدر نمبر ۳۲ جلد ۳ بابت ۲۴ر اگست ۱۹۰۴ء جسکی اشاعت ستمبر ۱۹۰۴ء میں ہوئی

حضرت مسیح موعود کا نزول لاہور میں

گذشتہ اشاعت سے آگے

دوسرے دن ۲۱ر اگست کو مولوی مبارک علی صاحب احمدی سیالکوٹی نے وفات مسیح اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی کے اثبات پر ایک جامع وعظ فرمایا۔ جس سے ناظرین کو محظوظ ہوئے۔ آج کی ظہر کی نماز میں خود حضور علیہ السلام شریک ہوئے۔ مفتی محمد صادق صاحب نے امامت کرائی۔ اور ظہر اور عصر کی دونوں نمازیں قصر اور جمع کرکے ادا ہوئیں۔

زائرین اور احمدی احباب کی تعداد روز بروز بڑھتی جاتی تھی۔ اور یہ ترقی اسی طرح ۲۸ تاریخ کی صبح تک رہی جوکہ لیکچر کے پڑھے جانے کا دن تجویز ہوا تھا۔ لیکن چونکہ انتظام کے لئے وقت بہت کم تھا۔ اس لئے متعلقہ حکام وقت کے مشورہ سے اسکی تاریخ اول یکم ستمبر اور بعد ازاں ۳ ستمبر مقرر ہوئی۔ جب احباب کو یہ علم ہوا۔ تو ۲۸ر کو قریب بیرونجات کے کل احباب رخصت ہوگئے۔ اور ۲ ستمبر کو پھر قریب ڈیڑھ ہزار کے جمع ہوگئے۔ بعد ادائیگی نماز کے لاہور کی احمدی جماعت نے ایک کرسی مہیا کی۔ اور حضرت سے اس پر جلوہ افروز ہونے کی درخواست کی گئی۔ چونکہ خود حضور کے غلامون اور نیز دیگر زائرین کا ایک کثیر مجمع موجود تھا۔ اس لئے مناسب موقعہ دیکھ کر آپنے ایک جامع تقریر فرمائی۔ جسمیں تبلایا۔ کہ صرف بیعت کے الفاظ کی تکرار پر نجات کا مدار مت رکھو۔ بلکہ ہر ایک لفظ اور قول کو عملی لباس پہناؤ۔ تب نجات پاؤگے۔ اور ضمناً ان آزاد منش نئی تہذیب اور روشنی کے دلدادون کو بھی نصیحت فرمائی۔ جنہوں نے قومی عروج اور ترقی کا مدار عورتون کی بے پردگی پر رکھا ہے۔ اور جماعت کو تاکید کی۔ کہ باہمی مصالحت اور اتفاق کی کوشش کریں۔ اور بعض کی اس عادت پر بہت ہی افسوس اور ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ جوکہ ادنےٰ ادنےٰ سی فروگذاشت اور باتون پر دلون میں بغض اور کینہ پیدا کر لیتے ہیں۔ اور ایک دوسرے پر غالب آنا چاہتے ہیں نیز خُلق کی تعریف کرتے ہوئے آپنے تبلایا۔ کہ خلق اور خَلق میں سے خُلق ایسی شے ہے۔ کہ جس کی اصلاح ہوسکتی ہے حالانکہ خَلق میں اگر کوئی کمی ہو۔ تو اسکی اصلاح اور تکمیل محال ہے جیسے کسی کا ہاتھ چھوٹا پیدا ہو۔ تو وہ بڑا نہیں کرسکتا۔ حالانکہ باطنی قوائے۔ یعنے اخلاق میں کمی بیشی پر ادسے اختیار دیا گیا ہے۔ یہ تقریر اپنے موقعہ پر درج اخبار ہوگی۔

اثنائے تقریر میں کوئی وزیر آبادی مولوی۔ جوکہ مسیح موعود کے منکرون میں سے پرلے متعصب تھے۔ خلاف آداب جلسہ و بلا اجازت منتظمان جھٹ بول اٹھے۔ اور انکی ٹو ترکش میں جو کند اور شکستہ تیر تھے۔ ان کو بلا کسی دیکھ بھال کے چلانے لگے۔ اور جس میدان مباحثہ کی راہ کو تقریرون اشتہارون اور رسالون کے ذریعہ ایک عرصہ دراز سے مسیح موعود بند کرچکے ہیں۔ اسکو وہ پھر کھولنے لگے۔ بار بار سمجہانے پر جب وہ اپنی شرارت اور رخنہ اندازی سے باز نہ رہے۔ تو آخر کار منتظمان جلسہ نے ان کو باہر نکالدیا اس سے حاضرین کو اس لئے صدمہ ہوا۔ کہ جو تقریر حضرت اقدس فرمارہے تھے۔ اس کا ایک بہت سا حصہ باقی رہ گیا۔ اور لوگون کے مختلف سوالات کا دروازہ کھل جانے کے باعث روئے سخن بدل گیا۔ مگر اصل بات یہ ہے۔ کہ یہ باتیں بھی سنت الٰہی میں داخل ہیں۔ کہ جب آدم یا آدم صفت کوئی برگزیدہ اصلاح کرتا ہو۔ تو ابلیس یا ابلیس صفت اپنی رخنہ اندازی کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ شور و شر کے فرو ہونے کے بعد حضور علیہ السلام تشریف لیگئے۔

۲۲ تاریخ کو جناب مولوی محمد اسماعیل صاحب نقشہ نویس دہلوی مصنف کتب شہادت آسمانی وغیرہ و ایڈیٹر و پروپرائیٹر رسالہ المنصور احمدی جماعت کے ان موجودہ احباب کا فوٹو (عکسی تصویر) لیتے رہے۔ جن کے اسمائے گرامی ضمیمہ انجام آتھم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشگوئی کی تکمیل کی تقریب پر درج ہے۔ اور جن کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب بدر سے تشبیہ دی ہے۔ یہ فوٹو آپنے اس غرض سے لئے۔ کہ المنصور رسالہ کے ساتھ ان کی ایک ایک کاپی ہدیہ ناظرین کی جاوے۔ ہماری رائے میں بہت مناسب ہوگا۔ کہ اگر مشاہیر احمدیہ کے عنوان کے ماتحت ان میں سے بعض اصحاب کے سوانح مختصر بھی دئے جاوین۔

میرے مکرم اور محترم حضرۃ مولوی نورالدین صاحب اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحب معہ اہل بیت کے حسب الحکم حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے۔ حضرت حکیم نورالدین صاحب کی شان میں عام طور پر غیر از جماعت لوگون کی زبان پر یہ کلمات جاری تھے "دو لو صاحب مرزے کا خلیفہ آگیا"۔ اس کی اصل حقیقت کا علم تو اللہ تعالےٰ کو ہے۔ لیکن ہمنے اس لئے ذکر کر دیا ہے۔ کہ جب اللہ تعالےٰ کسی کی رفعت چاہتا ہے۔ اور اُسے قبول کرتا ہے۔ تو کس طرح لوگون کے زبان پر اس کا ذکر جاری ہوجاتا ہے۔

حضرت حکیم نورالدین صاحب کی تشریف آوری سے عوام الناس کو یہ فائدہ ضرور ہوا۔ کہ اس سے قبل حضرۃ مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت اور ملاقات کیلئے جو لوگ ڈانوا ڈول اُدھر سے اِدھر اور اِدھر سے اُدھر پھر رہے تھے۔ وہ دلجمعی سے آپکے گرد حلقہ باندھ کر بیٹھ گئے اور اس شمع نوری کی روشنی میں اپنے متاع دین کے بکھرے ہوئے موتی پرونے لگے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

اس کے دوسرے دن عالی جناب نواب محمد علی خان صاحب۔ رئیس مالیر کوٹلہ تشریف لائے۔ لیکن آپنے قیام کو ایک خاص کوٹھی میں فرمایا۔ اور روزانہ دو وقت حضور کیخدمت میں ملاقات کیلئے حاضر ہوتے رہے۔

مہمانداری

ان دو تین دنون میں ہی حضرۃ اقدس کی لاہور میں تشریف آوری کی خبر دور نزدیک پہونچ چکی تھی۔ اور مختلف اطراف سے خدامون کی جماعتیں آرہی تھیں۔ اس تقریب پر لاہور کی احمدی جماعت کو اگرچہ یہ علم تو تھا۔ کہ ایک مجمع کثیر جمع ہونیوالا ہے۔ جس کی مہمان نوازی کا بوجھ اس محدود جماعت پر پڑیگا۔ لیکن چونکہ حضور علیہ السلام کی آمد اچانک تھی۔ اس لئے کافی وقت جیسے کہ بعض ملے منتظمون کی زبانی معلوم ہوا۔ انتظام اور مشورہ کیلئے نہ ملا تاہم اس عرصہ میں جوکچھ سامان آسائش اور طعام کا ان لوگون کیطرف سے ظہور میں آیا۔ وہ غنیمت تھا۔ اور متواتر دو ہفتہ تک جو ماحضر اسقدر کثیر تعداد مہمانون کے آگے پیش ہوتا رہا ہے۔ وہ اس قابل ہے۔ کہ علو حوصلگی کو مدنظر رکھ کر بڑے شکریہ سے قبول کیا جاوے۔ اور حقوق اخوۃ کو نگہ رکھتے ہوئے اون خفیف فروگذاشتون پر توجہ نہ کی جاوے۔ جو بعض ناتجربہ کار منتظمون سے ظہور میں آئیں۔ آخر اسقدر مجمع کا انتظام بھی تو کچھ شے ہی تھا۔ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارادہ پنجاب کے بڑے بڑے امصار اور بلاد میں اتمام حجت کی نیت سے جانے کا ہے۔ اور ممکن ہے کہ اسی طرح کے واقعات ان مقامون کی جماعت کو پیش آجاویں اور بعض مقامات اسی قسم کے ہیں۔ کہ وہان چند آدمی جماعت کے ہیں۔ جوکہ کسی طرح اسقدر عظیم الشان گروہ کی مہمان نوازی کے بوجھ کے متحمل نہیں ہوسکتے۔ اس لئے ہماری رائے میں بہت ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایسے مواقعہ پر مہمانداری کا بوجھ ان مقامی جماعتون پر ہرگز نہ ڈالا جاوے۔ اور ہر ایک ممبر اور ہر ایک جماعت جو ایسی تقریبون پر شامل ہو۔ وہ کافی زاد راہ کا انتظام اپنے ساتھ رکھے۔ اور پھر مشترکہ طور پر یا الگ الگ کو لو

تقریر حضرت مسیح موعود علیہ السلام

آپنے ۳ ستمبر کی صبح کو لاہور میں اپنی زبان مبارک سے فرمائی ٭٭

مین آپ سب صاحبون کا شکر کرتا ہون۔ کہ آپنے نہایت صبر اور خاموشی کے ساتھ میرے لیکچر کو سنا۔ مین ایک مسافر آدمی ہون۔ اور کل صبح انشاء اللہ چلا جاؤن گا۔ لیکن میں اس شکر اور خوشی کو ساتھ لیجاؤن گا۔ اور یاد رکھون گا۔ کہ باوجود اختلاف رائے کے (کہ جسکی وجہ سے عموماً جوش پیدا ہو جایا کرتا ہے) آپنے نیکی اور نیک اخلاق اور آہستگی سے میرے مضمون کو سنا۔ میں یہ جانتا ہون۔ اور خود محسوس کرتا ہون۔ کہ مدت کے خیالات جو دل و دماغ مین جمے ہوئے ہون۔ انکو چھوڑنا سہل اور آسان نہیں خواہ کتنے ہی غلط کیون نہ ہون۔ یہ محض اللہ تعالے کے فضل پر موقوف ہے۔ کہ انسان اپنے اندر علمی یا عملی تبدیلی کر سکے۔ لیکن جو اخلاق آپنے آج دکہلائے ہین۔ وہ نہایت قابل تعریف ہین۔ اور میں دعا کرتا ہون۔ کہ جیسے اللہ تعالے نے عام طور پر صورتون کا یہ اجتماعی رنگ دکھایا ہے۔ وہ ایسا وقت اور زمانہ بھی لاوے۔ کہ دلون مین بھی ایسا ہی اتحاد اور اجتماع ہو۔ اس ملک کو تفرقہ نے بہت نقصان پہنچایا ہے۔ ایک زمانہ تھا۔ کہ اس ملک کے ہندؤن اور مسلمانون مین بہت بڑا اتحاد اور اتفاق تھا۔ اور باوجود اختلاف مذاہب کے انمیں قابل قدر میل ملاپ تھا۔ مگر اس زمانہ مین فرق آگیا۔ خدا کرے۔ کہ یہ دور ہو جائے۔

یاد رکھو۔ کہ یہ تنگدلی اور تنگ ظرفی کا نشان ہے۔ کہ انسان اختلاف مشرب و مذہب کی وجہ سے اخلاق کو بھی چھوڑ دے۔ اختلاف رائے اور چیز ہے اور اخلاق اور شے۔ یہ انسانی خو اخلاق کی خوبی اور کمال ہے۔ کہ باوجود اختلاف رائے کے اخلاقی کمزوری نہ دکھلائے۔ آج کے جلسہ نے مجھے ایک تازہ امید دلائی ہے۔ اور اگر اللہ تعالے کا فضل ہوا۔ تو یہ میل جول ترقی کریگا۔ مین خوب جانتا ہون۔ کہ صبر اور خوش خلقی سے ایک مخالف رائے کو سن سکے۔ وہ ایسی رائے کو سن کر چپ نہیں رہ سکتا۔ اس لئے یہ خاموشی اور صبر مجھے امید دلاتا ہے۔ کہ اچھے نتیجے پیدا ہونگے۔ یہ بھی خوبی کی بات ہے۔ کہ جب مخالف رائے کو سنے تو فوراً جواب دینے کو تیار نہ ہو جاوے۔ کیونکہ یہ تو محض ہار جیت کی خواہش ہوگی۔ لیکن اس رائے کے صحیح نتیجہ پر پہنچنے کے لئے اس پر صبر سے فکر کرنا چاہیئے۔ اسی سے علم و حکمت پیدا ہوتی ہے۔ اور علم و حکمت ایک ایسا خزانہ ہے۔ جو تمام دولتون سے اشرف ہے۔ دنیا کی تمام دولتون کو فنا ہے۔ لیکن علم و حکمت کو فنا نہیں ہے۔ پس جو جلدی نہیں کرتا۔ بلکہ فکر کرتا۔ اور اللہ تعالے سے دعا کرتا ہے۔ کہ اے اللہ اگر میں غلطی پر ہون۔ تو مجھے بصیرت اور معرفت عطا کر۔ وہ اس حکمت کے خزانہ کو محفوظ رکہتا ہے۔ پس میں چاہتا ہون۔ کہ آپ صاحبان اس خزانہ کے حاصل کرنے اور محفوظ رکھنے کی کوشش کرین۔

مین آپ صاحبون کی خدمت میں ادب عجز اور تواضع سے عرض کرتا ہون۔ کہ یہ جو کچھ سنایا گیا ہے۔ آپ اس پر توجہ کرین۔ تاکہ میری محنت ضایع نہ ہو۔ جو کچھ میری قلم سے نکلا ہے۔ اور میرے دوست مولوی عبد الکریم صاحب نے پڑہا ہے۔ مین اللہ تعالے کی قسم کہا کر کہتا ہون۔ کہ کسی کی دل آزاری یا استخفاف مذہب کی نیت سے نہیں لکہا۔ بلکہ خدا گواہ ہے۔ اور اس سے بہتر کون گواہ ہو سکتا ہے۔ کہ میرنے سچے دل سے لکہا ہے۔ اور بنی نوع انسان کی ہمدردی کے لئے لکہا ہے۔ اور مین جانتا ہون کہ ؎

سخن کز دل برون آید نشیند لاجرم بر دل

چونکہ فرصت کم ہے۔ اور ممکن ہے۔ کہ بعض تک آواز بخوبی اور صاف نہ پونچی ہو۔ اس لئے میں نے اسے چھپوا دیا ہے۔ اور بشرط گنجائش ملسکتا ہے۔ پس اس کو پڑھ کر توجہ کرین۔ اور مذہبی اختلاف کو مخالفت کا ذریعہ نہ بناوین۔ مذہب تو اسلئے ہوتا ہے۔ کہ اخلاق وسیع ہون۔ جیسے خدا کے اخلاق وسیع ہین۔ کوئی ہزارون گالیاں اُسے دے۔ وہ اُس پر پتھر نہیں برسا دیتا۔ پس اسی طرح حقیقی مذہب الا تنگ ظرف نہیں ہو سکتا۔ تنگ ظرف خواہ ہندو ہو یا مسلمان یا عیسائی وہ دوسرے بزرگون کو بھی بدنام کرتا ہے۔ میں اس سے منع نہیں کرتا۔ کہ اختلاف مذہب بیان نہ کرو۔ بے شک نیک نیتی سے اختلاف بیان کرو مگر اس کو تعصب اور کینہ کا رنگ نہ چڑہاؤ

ہندؤن اور مسلمانون کے تعلقات دو چار سال سے نہین۔ بلکہ صدہا سال سے چلے آتے ہین۔ اس لئے میری آرزو ہے۔ کہ اب بھی بہت سے دلون میں خدا جوش ڈالدے۔ کہ وہ ان تعلقات کو دور نہ ہونے دین۔ یہ بھی یاد رکھو۔ کہ مذہب صرف قیل وقال کا نام نہیں۔ بلکہ جب تک عملی حالت نہ ہو۔ کچھ نہیں۔ خدا اس کو پسند نہیں کرتا۔ جسقدر بزرگ اسلام میں یا ہندؤن میں اوتار وغیرہ گذرے ہین۔ انکے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنھوں نے اپنے عمل سے ان سچائیوں کو جن کا وعظ کرتے تھے۔ ثابت کر دکھایا تھا۔ قرآن شریف مین بھی یہی تعلیم ہے۔ یاایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ پہلے اپنے آپ کو درست کرو۔ جس شخص کے اندر خود روشنی اور نور نہیں ہے وہ اگر صرف زبان سے کام لیگا۔ اور عمل سے اس کا نمونہ نہ دکہلا دیگا۔ تو وہ مذہب کو بچون کا کھیل بنا دیگا۔ اور حقیقت میں ایسے ہی مصلحون سے ملک کو نقصان پہنچا ہے۔ ان کی زبان پر تو منطق اور فلسفہ جاری رہتا ہے۔ مگر اندر خالی ہوتا ہے

خدا تعالے خوب جانتا ہے۔ کہ مین نہایت خیر خواہی سے کہہ رہا ہون۔ خواہ کوئی میری باتون کو نیک ظنی سے سنے۔ یا بدظنی سے مگر مین کہونگا۔ کہ جو شخص مصلح بننا چاہتا ہے۔ اُسے چاہیئے کہ پہلے خود روشن ہو۔ اور اپنی اصلاح کرے۔ دیکھو یہ سورج جو روشن ہے۔ پہلے اس نے خود روشنی حاصل کی ہے۔ تب ہی تو تم کو روشنی بخشتا ہے۔ اور چاند اول خود روشنی سورج سے حاصل کرتا ہے۔ پھر تم کو دیتا ہے۔ لیکن جب خود تاریک ہوتا ہے۔ تو تم کو بھی تاریکی میں چھوڑتا ہے۔ یہ اس بات پر دلیل ہے۔ کہ جب تم خود روشن نہ ہوگے۔ دوسرے کو ہرگز روشن نہ کر سکوگے۔

میں یقیناً سمجھتا ہون۔ کہ ہر ایک قوم کے معلم نے یہی تعلیم دی ہے۔ لیکن اب دوسرے کے سر پر لاٹھی مارنا آسان ہے۔ لیکن اپنی قربانی دینا مشکل ہو گیا ہے۔ پس جو چاہتا ہے۔ کہ قوم کی اصلاح کرے۔ اور خیر خواہی کرے۔ وہ اسکو اپنی اصلاح سے شروع کرے قدیم زمانہ کے رشی اور اوتار جنگلون اور بنون میں جا کر اپنی اصلاح کیون کرتے تھے۔ وہ آج کل کے لیکچرارون کی طرح زبان نہ کہولتے تھے۔ جب تک خود عمل نہ کر لیتے تھے۔ یہی خدا تعالے کے قرب اور محبت کی راہ ہے۔ جو شخص دل میں کچھ نہیں رکھتا اس کا بیان کرنا پرنالہ کے پانی کی طرح ہے۔ جو جھگڑے پیدا کرتا ہے اور جس کپڑے پر پڑتا ہے۔ اسے پلید کرتا ہے۔ لیکن جو خود معرفت اور عمل سے معمور ہوتا ہے۔ وہ بارش کیطرح ہے۔ جو رحمت سمجھی جاتی ہے۔ اس وقت میری نصیحت یاد رکھیں۔ آج کے بعد آپ مجھے یہاں نہ دیکہینگے۔ اور مین نہیں جانتا۔ کہ پھر موقعہ ہو یا نہو لیکن ان تفرقون کو مٹانے کی کوشش کرو۔ میری نسبت خواہ آپ کا کچھ ہی خیال ہو۔ لیکن یہ سمجھ کر کہ ؎

مرد باید کہ گیرد اندر گوش ٭ ور نوشت است پند بر دیوار

میری نصیحت پر عمل کرو۔ جو شخص خود زہر کھا چکا ہے۔ وہ دوسرون کی زہر کی کیا علاج کرے گا۔ اگر علاج کرتا ہے۔ تو خود ہی مریگا۔ اور دوسرون کو بھی ہلاک کریگا۔ کیونکہ زہر اسمیں اثر کر چکا ہے اور اسکے حواس چونکہ قایم نہیں رہے۔ اس لئے اس کا علاج بجائے مفید ہونے کے مضر ہوگا۔ غرض جسقدر تفرقہ بڑھتا جاتا ہے اُس کا باعث وہی لوگ ہین۔ جنہون نے زبانون کو تیز کرنا ہی سیکھا ہے۔ یہ بھی یاد رکھو۔ کہ میرا یہ مذہب نہیں۔ کہ اسلام کے سوا سب مذاہب کی اصل جھوٹی ہے۔ خدا سب پر نظر رکھتا رہا ہے۔ یہ نہیں ہوا۔ کہ وہ ایک ہی قوم کی پرواہ کرے اور دوسرون پر نظر نہ کرے۔ ہان یہ سچ۔ کہ حاکم کے دورے کی طرح کبھی کسی قوم پر وہ وقت آجاتا ہے۔ اور کبھی کسی پر

میں کسی کیلئے نہیں کہتا۔ خدائے تعالے نے مجھپر ایسا ہی ظاہر کیا ہے۔ کہ راجہ رام چندر اور کرشن جی وغیرہ بھی

حضرت مسیح موعودؑ کی ایک تقریر کا خلاصہ

گذشتہ اشاعت سے آگے

سلسلہ کیلئے دیکھو البدر نمبر ۱۲ صفحہ

قسم قسم کے مالی اور جسمانی مصائب اُوٹھاتے ہیں اور اس سے غرض یہ ہوتی ہے۔ کہ ان کے دل پچانے جاویں خدا تعالیٰ نے یہ امر مقرر کر دیا ہے۔ کہ جب تک کوئی پہلے دوزخ پر راضی نہ ہو جاوے۔ بہشت میں نہیں جاتا بہشت دیکھنا اسی کو نصیب ہوتا ہے۔ جو پہلے دوزخ دیکھنے کو تیار رہتا ہے۔ دوزخ سے مراد آیندہ دوزخ نہیں۔ بلکہ اس دنیا میں مصائب شدائد کا نظارہ مراد ہے۔ اسی طرح ایک حدیث میں آیا ہے۔ کہ کافر کیلئے دوزخ کے رنگ میں اور مومن کے لئے بہشت دوزخ کے رنگ میں متمثل کیا جاتا ہے۔ کافر جو دنیا کا طالب ہے دنیا میں منہمک ہو کر سگ دنیا ہو جاتا ہے۔ مومن ایک عاشق ہے۔ جو دنیا کو طلاق دیکر ہر ایک تکلیف سہنے کو تیار ہوتا ہے۔ اور فی الواقعہ یہ عشق ہی ہے۔ جو اُسے ہر قسم کی تکلیف سہنے کے لئے آمادہ کر دیتا ہے۔ مومن کا رنگ عاشق کا رنگ ہوتا ہے۔ اور وہ اپنے عشق میں صادق ہوتا ہے اور اپنے معشوق یعنے خدا کے لئے کامل اخلاص اور محبت اور جان فدا کرنے والا جوش اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور تضرع اور ابتہال اور ثابت قدمی سے اُسکے حضور میں قایم ہوتا ہے دُنیا کی کوئی لذت اُسکے لئے لذت نہیں ہوتی۔ اُسکی رُوح اسی عشق میں پرورش پاتی ہے۔ معشوق کیطرف سے استغنا دیکھکر وہ گھبراتا نہیں۔ اس طرف سے خاموشی اور بے التفاتی بھی معلوم کر کے وہ کبھی ہمت نہیں ہارتا۔ بلکہ ہمیشہ قدم آگے ہی رکھتا ہے۔ اور درد دل زیادہ سے زیادہ پیدا کرتا جاتا ہے۔ ان دونوں چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ کہ مومن عاشق کیطرف سے محبت الٰہی میں پورا استغراق ہو۔ عشق کمال ہو۔ محبت میں سچا جوش اور عہد عشق میں تو ثابت قدمی ایسی کوٹ کوٹ کے بھری ہو کہ جس کو کوئی صدمہ جنبش میں لا نہ سکے۔ اور معشوق کی طرف سے کبھی کبھی بے پرواہی اور خاموشی ہو۔ درد دو قسم کا سوچو ہو۔ ایک تو وہ جو اللہ تعالیٰ کی محبت کا درد ہو۔ دوسرا وہ جو کسی کی مصیبت پر دل میں درد اُٹھے۔ اور خیر خواہی کے لئے اضطراب پیدا ہو۔ اور اسکی اعانت کے لئے بے چینی پیدا ہو۔ خدا تعالیٰ کی محبت کیلئے جو اخلاص اور درد ہوتا ہے اور ثابت قدمی اس کیساتھ ملی ہوئی ہوتی ہے۔ وہ انسان کو بشریت سے الگ کر کے الوہیت کے سایہ میں لا ڈالتا ہے جب تک اُسکی حد تک درد اور عشق نہ پونچ جائے۔ کہ جمیع غیر اللہ سے محویت حاصل ہو جائے۔ اُس وقت تک انسان خطرات میں پڑا رہتا ہے۔ ان خطرات کا استیصال بغیر اس امر کے مشکل ہوتا ہے۔ کہ انسان غیر اللہ سے بکلی منقطع ہو کر اسی کا ہو جائے۔ اور اُسکی رضا میں داخل ہونا بھی محال ہوتا ہے۔ اور اُسکی مخلوق کے لئے ایسا درد ہونا چاہیئے۔ جس طرح ایک نہایت ہی مہربان والدہ اپنے ناتوان پیارے بچے کے لئے دل میں سچا جوش محبت رکھتی ہے خدا تعالیٰ ایک تعلق چاہتا ہے۔ اور اس کے حضور میں دعا کرنے کے لئے تعلق کی ضرورت ہے۔ بغیر تعلق کے دعا نہیں ہو سکتی۔ پہلے بزرگوں کی بھی اسی قسم کی باتیں چلی آتی ہیں۔ کہ جن سے دعا کرنے والوں کو دُعا کرانے سے پہلے تعلق ثابت کرنے کی تاکید کی۔ خواہ مخواہ بازار میں چلتے ہوئے کسی بے تعلق کو کوئی نہیں کہہ سکتا۔ کہ تو میرا دوست ہے۔ اور نہ ہی اس کے لئے درد دل ہی ہوتا ہے۔ اور نہ ہی جوش دعا پیدا ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق اس طرح نہیں ہو سکتا۔ کہ انسان غفلت کاریوں میں مبتلا بھی رہے۔ اور صرف مُنہ سے دم بھرتا رہے۔ کہ میں نے خدا سے تعلق پیدا کر لیا ہے۔ اکیلے بیعت کا اقرار اور سلسلہ میں نام لکھ لینا ہی خدا سے تعلق پر کوئی دلیل نہیں ہو سکتی اللہ تعالیٰ سے تعلق کے لئے ایک محویت کی ضرورت ہے ہم بار بار اپنی جماعت کو اس بات پر قایم ہونے کے لئے کہتے ہیں۔ کیونکہ جب تک دنیا کی طرف سے انقطاع اور اس کی محبت دلوں سے ٹھنڈی ہو کر اللہ تعالیٰ کے لئے فطرتوں میں طبعی جوش اور محویت پیدا نہیں ہوتی۔ اس وقت تک ثبات میسر نہیں آسکتا۔ بعض صوفیوں نے لکھا ہے۔ کہ صحابہ جب نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ تو انہیں ایسی محویت ہوتی تھی۔ کہ جب فارغ ہوتے۔ تو ایک دوسرے کو پہچان بھی نہ سکتے تھے۔ جب انسان کسی اور جگہ سے آتا ہے۔ تو شریعت نے حکم دیا ہے۔ کہ وہ اگر السلام علیکم کہے۔ نماز سے فارغ ہوتے السلام علیکم و رحمۃ اللہ کے کہنے کی حقیقت یہی ہے کہ جب ایک شخص نے نماز کا عقد باندھا اور اللہ اکبر کہا۔ تو وہ گویا اس عالم سے نکل گیا۔ اور ایک نئے جہان میں جا داخل ہوا۔ گویا ایک مقام محویت میں جا پونچا۔ پھر جب وہاں سے واپس آیا۔ تو السلام علیکم و رحمۃ اللہ کہکر آن ملا۔ لیکن صرف ظاہری صورت کافی نہیں ہو سکتی۔ جب تک دل میں اس کا اثر نہ ہو۔ چھلکوں سے کیا ہاتھ آ سکتا ہے۔ محض صورت کا ہونا کافی نہیں۔ حال ہونا چاہیئے۔ علت غائی حال ہی ہے مطلق قال اور صورت جس کے ساتھ حال نہیں ہوتا وہ تو الٹی ہلاکت کی راہیں ہیں۔ انسان جب حال پیدا کر لیتا ہے۔ اور اپنے حقیقی خالق و مالک سے ایسی سچی محبت اور اخلاص پیدا کر لیتا ہے کہ بے اختیار اسکی طرف پرواز کرنے لگتا ہے۔ اور ایک حقیقی محویت کا عالم اُس پر طاری ہو جاتا ہے۔ تو اس وقت اس کیفیت سے انسان گویا سلطان بن جاتا ہے۔ اور ذرہ ذرہ اس کا خادم بن جاتا ہے۔

مجھے تو اللہ تعالیٰ کی محبت نے ایسی محویت دی تھی کہ تمام دنیا سے الگ ہو بیٹھا تھا۔ تمام چیزیں سوائے اس کے مجھے ہرگز بہاتی نہ تھیں۔ میں ہرگز ہرگز حجرہ سے باہر قدم رکھنا نہیں چاہتا تھا۔ میں نے ایک لمحہ کے لئے بھی شہرت کو پسند نہیں کیا۔ میں بالکل تنہائی میں تھا۔ اور تنہائی ہی مجھکو بہاتی تھی۔ شہرت اور جماعت کو جس نفرت سے میں دیکھتا تھا۔ اس کو خدا ہی جانتا ہے۔ میں تو طبعاً گمنامی کو چاہتا تھا۔ اور یہی میری آرزو تھی۔ خدا نے مجھ پر جبر کر کے اس سے مجھے باہر نکالا۔ میری ہرگز مرضی نہ تھی۔ مگر اس نے میری خلاف مرضی کیا۔ کیونکہ وہ ایک کام لینا چاہتا تھا۔ اس کام کے لئے اُس نے مجھے پسند کیا۔ اور اپنے فضل سے مجھکو اس عہدہ جلیلہ پر مامور فرمایا یہ اسی کا اپنا انتخاب اور کام ہے۔ میرا اس میں کچھ دخل نہیں میں تو دیکھتا..... ہوں کہ میری طبیعت اس طرح واقعہ ہوئی ہے۔ کہ شہرت اور جماعت سے کوسوں بھاگتی ہے۔ اور مجھے سمجھ نہیں آتا کہ لوگ کس طرح شہرت کی آرزو رکھتے ہیں۔ میری طبیعت اور طرف جاتی تھی۔ لیکن خدا مجھے اور طرف لیجاتا تھا۔ میں نے بار بار دعائیں کیں مجھے گوشہ میں ہی رہنے دیا جاوے۔ مجھے میری خلوت کے حجرہ میں چھوڑ دیا جائے لیکن بار بار یہی حکم ہوا کہ اس سے نکلو۔ اور دین کا کام جو اس وقت سخت مصیبت کی حالت میں تھا۔ اس کو سنوار دو۔ انبیاء کی طبیعت اسی طرح واقعہ ہوتی ہے۔ کہ وہ شہرت کی خواہش نہیں کیا کرتے۔ کسی نبی نے کبھی شہرت کی خواہش نہیں کی۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی خلوت اور تنہائی کو ہی پسند کرتے تھے۔ آپ عبادت کرنے کے لئے لوگوں سے دور تنہائی کی غار میں جو غار حرا تھی۔ چلے جاتے تھے۔ یہ غار اس قدر خوفناک تھی۔ کہ کوئی انسان اُس میں جانے کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔ لیکن آپ نے اس کو اس لئے پسند کیا ہوا تھا۔ کہ وہاں کوئی ڈر کے مارے بھی نہ پہونچیگا۔ آپ بالکل تنہائی چاہتے تھے۔ شہرت کو ہرگز پسند نہیں کرتے تھے۔ مگر خدا کا حکم ہوا۔ یاایھا المدثر قم فانذر

اس حکم میں ایک جبر معلوم ہوتا ہے۔ اور اسی لئے جبر سے حکم دیا گیا۔ کہ آپ تنہائی کو جو آپکو بہت پسند تھی۔ اب چھوڑ دیں۔ بعض لوگ بیوقوفی اور حماقت سے یہی خیال کرتے ہیں۔ کہ گویا میں شہرت پسند ہوں۔ میں بار بار کہہ چکا ہوں کہ میں ہرگز شہرت پسند نہیں۔ خدا نے جبر سے مجھ کو مامور کیا ہے۔ میرا اس میں قصور کیا ہے۔ اور وہی گواہ ہے کہ میں شہرت پسند نہیں ہوں۔ میں تو دنیا سے ہزاروں کوسوں بھاگتا تھا۔ حاسد لوگوں کی نظر چونکہ زمین اور اسکی اشیاء تک ہی محدود ہوتی ہے۔ اور وہ دنیا کے کیڑے ہیں اور شہرت پسند ہوتے ہیں۔ اُن کو اُس خلوت گزینی اور بے تعلقی کی کیفیت ہی معلوم نہیں ہو سکتی۔ ہم تو دنیا کو نہیں چاہتے۔ اگر وہ چاہیں۔ اور اُس پر قدرت رکھتے ہیں تو سب دنیا لے جاویں۔ ہمیں اُن پر کوئی گلہ نہیں۔ ہمارا ایمان تو ہمارے دل میں ہے۔ نہ دنیا کے ساتھ ہماری خلوت کی ایک ساعت ایسی قیمتی ہے۔ کہ ساری دنیا اس ایک ساعت پر قربان کرنا چاہیئے۔ اس طبیعت اور کیفیت کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔ مگر ہم نے خدا کے امر پر جان و مال و آبرو کو قربان کر دیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی کے دل میں تجلی کرتا ہے۔ تو پھر وہ پوشیدہ نہیں رہتا۔ عاشق اپنے عشق کو خواہ کیسے ہی پوشیدہ کرے۔ مگر بھید پانے والے اور تاڑنے والے قرائن اور آثار اور حالات سے پہچان ہی جاتے ہیں۔ عاشق پر وحشت کی حالت نازل ہو جاتی ہے۔ اور اسی اس کے سارے وجود پر چھا جاتی ہے۔ الگ قسم کے خیالات اور حالات اس کے ظاہر ہو جاتے ہیں۔ وہ اگر ہزاروں پردوں میں چھپے۔ اور اپنے آپ کو چھپا لے۔ مگر چھپا نہیں رہتا۔ سچ کہا ہے۔ ؎

عشق و مشک را نتوان نہفتن ۔

جن لوگوں کو محبت الٰہی ہوتی ہے۔ وہ اس محبت کو چھپاتے ہیں۔ جس سے اُنکے دل لبریز ہوتے ہیں۔ بلکہ اس کے افشا پر شرمندہ ہوتے ہیں۔ کیونکہ محبت اور عشق ایک راز ہے جو خدا اور اس کے بندہ کے درمیان ہوتا ہے۔ اور ہمیشہ راز کا فاش ہونا شرمندگی کا موجب ہوتا ہے۔ کوئی رسول نہیں آیا۔ جس کا راز خدا سے نہیں ہوتا۔ اسی راز کو چھپانے کی خواہش اسکے اندر ہوتی ہے۔ مگر معشوق خود اس کو فاش کرنے پر جبر کرتا ہے۔ اور جس بات کو وہ نہیں چاہتے۔ وہی اُن کو ملتی ہے جو چاہتے ہیں۔ اُن کو ملتا نہیں۔ اور جو نہیں چاہتے۔ ان کو جبراً ملتا ہے۔

جب تک انسان ادنےٰ حالت میں ہوتا ہے۔ اس کے خیالات بھی ادنےٰ ہی ہوتے ہیں۔ اور جس قدر معرفت میں گرا ہوا ہوتا ہے۔ اسی قدر محبت میں کمی ہوتی ہے۔ معرفت سے حسن ظن پیدا ہوتا ہے۔ ہر شخص میں محبت اپنے ظن کی نسبت سے ہوتی ہے۔ انا عند ظن عبدی بی سے یہی تعلیم ملتی ہے صادق عاشق جو ہوتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ پر حسن ظن رکھتا ہے۔ کہ اس کو کبھی نہیں چھوڑیگا۔ خدا تو وفاداری کرنا پسند کرتا ہے۔ بلکہ وہ چاہتا ہے۔ کہ انسان صدق دکھلاوے اور اُس پر ظن نیک رکھے۔ کہ تا وہ بھی وفا دکھلاوے۔ مگر یہ لوگ کب اس حقیقت کو سمجھ سکتے ہیں۔ یہ تو اپنی ہوا و ہوس کے بتوں کے آگے جھکتے رہتے ہیں۔ اور اُنکی نظر دنیا تک ہی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو کریم و رحیم نہیں سمجھتے اس کے وعدوں پر ذرہ ایمان نہیں رکھتے اگر اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر ایمان رکھتے۔ کہ وہ کریم و رحیم ہے۔ تو اپنی ان پر رحمت اور وفا کے ثبوت نازل کرتا۔ ؎

گر وزیر از خدا بترسیدے ٭
ہمچنان کز ملک ملک بودے ٭

شر بدظنی سے پیدا ہوتا ہے۔ قرآن شریف کو اول سے آخر تک پڑھنے سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اللہ سے بدظنی مت کرو۔ اللہ کا ساتھ نہ چھوڑو۔ اسی سے مدد مانگو۔ تو اللہ تعالیٰ ہر میدان میں مومن کی مدد کرتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ میں میدان میں تیرے ساتھ ہوں۔ وہ اس کے لئے تو ایک فرقان پیدا کر دیتا ہے۔ جو اس کے وعدوں پر بھروسہ نہیں کرتا۔ وہ بدظنی کرتا ہے۔ جو شخص خدا سے نیک ظن کرتا ہے۔ وہ اُسکی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور جو اللہ تعالیٰ سے بدظنی کرتا ہے۔ وہ مجبور ہوتا ہے۔ کہ اپنے لئے کوئی دوسرا معبود بنا لے۔ اور شرک میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ جب انسان اس بات کو سمجھتا ہے۔ کہ خدا کریم و رحیم ہے اور اس بات پر ایمان صدق دل سے لاتا ہے کہ اسکے وعدے ٹلنے کے نہیں۔ تو وہ اُس پر جان فدا کرتا ہے۔ اور در پردہ خدا سے عشق رکھتا ہے۔ ایسا انسان خدا کا چہرہ اسی دنیا میں دیکھ لیتا ہے۔ طرح طرح سے اُسکی مدد کرتا ہے اور اپنے انعامات اُس پر نازل کرتا ہے۔ اور اُس کو تسلی بخشتا ہے اور محبت اور وفا کا چہرہ دکھاتا ہے۔ لیکن بیوفا غدار ہمیشہ محروم رہتا ہے۔ (از ریویو)

عیسویت کا ایک نیا دشمن

اظہار عداوت کے مختلف رنگ ہوا کرتے ہیں مگر حال میں مسٹر سمتھ نامی ایک صاحب نے جو رنگ یورپی مذہب سے عداوت کا اختیار کیا ہے۔ وہ بالکل نرالا ہے۔ ناظرین کو معلوم ہوگا۔ کہ سلطان صلاح الدین سلطنت مصر کا بادشاہ کے ایک فرمانروا بارہویں اور تیرہویں کے درمیان گذرے ہیں۔ جن کے ساتھ تو عیسائی اقوام نے متفق ہو کر صلیبی جہاد کیا تھا۔ اور سب کے سب منہ کی کھا کر واپس آئے تھے۔ چونکہ صلاح الدین عیسائیوں کو تباہ کر دینے والا گذرا ہے۔ اس لئے اُسکے نام سے تفاول لیکر مسٹر سمتھ نے اپنا نام صلاح الدین قرار دیا ہے در زد نصارےٰ۔ اور تائید اسلام میں عمدہ عمدہ مضامین اُنکی قلم سے نکلتے ہیں۔

ایک دفعہ انہوں نے لکھا تھا۔ کہ اسلام اگر تلوار سے ہی پھیلا ہے۔ تو یہ بتلایا جاوے۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو اکیلے تھے۔ ان کے پاس اس قدر تلواریں یعنے تلوار لیکر لڑنے والی جماعت کہاں سے آگئی تھیں۔ مسٹر صلاح الدین کا نکتہ واقعی قابل قدر ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے تھے۔ لیکن تائیدات سماوی آپکے شامل حال تھیں۔ اور جذب قلوب کی طاقت قدسیہ اس قدر آپ میں تھی۔ کہ لوگ اسکی وجہ سے آپکی طرف کھچے چلے آتے تھے۔ الٰہی تائیدات سماوی نے آپکو اول ایک گروہ کثیر دیا جس نے خود حفاظتی کے لئے آخر کار تلوار پکڑی۔ کہ اشاعت اسلام کے لئے۔ اسلام کی اشاعت اسی طریق سے ہوتی رہی ہے۔ جس طریق سے اول تلوار پکڑنے والی جماعت بلا کسی قسم کے جبر و اکراہ کے پیدا ہو گئی تھی۔

اگر وہ جماعت تلوار سے طیار ہوئی ہوتی۔ تو اُنکے دلوں میں کب یہ جوش ہو سکتا تھا۔ کہ پھر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید میں ہی تلواریں اٹھاتے اور اگر جبراً اُن سے اٹھوائی جاتیں۔ تو بغاوت کر کے مسلمانوں اور ان کے ہادی کو ہی صاف کرنے کی کوشش کرتے۔ لیکن جس طریق سے انہوں نے اسلام کی عزت اور آبرو کو قائم رکھنے کیلئے اپنے خونوں کو پانی کی طرح بہایا۔ اور بکریوں کی طرح گردنیں کٹوائیں۔ وہ طریق بتلاتا ہے۔ کہ اُنکے دلوں میں خدا کے نور نے گھر کیا ہوا تھا۔ اور خدا کی راہ میں جان تک دیدینا وہ ایک ادنےٰ بات خیال کرتے تھے۔

اثر کلام حضرۃ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوران کلام میں فرمایا۔ کہ تلوار میں صرف زخم کی خاصیت ہے۔ لیکن کلام میں زخم اور پیوند دونو خواص موجود ہیں۔ زخم کا موقعہ ہو۔ تو زخم لگاتی ہے اور پیوند کا موقعہ ہو تو پیوند کرتی ہے (اسی لئے کلام کا اعجاز اسلام کو دیا گیا ہے) ٭

ضروری اطلاع

خریداران البدر کو مطلع کیا جاتا ہے۔ کہ بوقت خط و کتابت دفتر اپنا نمبر خریداری ضرور دیا کریں۔ ورنہ عدم تعمیل شکایت معاف۔ مینیجر

حیرت صاحب کے حیرت انگیز مضامین کی حقیقت

نمبر ۱۳

قولہ! اگر کوئی مرزا صاحب سے مجمع میں دریافت کرے کہ آپ کا مرید تو طاعون سے بچ سکتا ہے۔ مگر شہنشاہ عرب و عجم کا امتی نہیں بچ سکتا۔ تو کیا آپ کروڑوں مخلوق خدا کے دلوں کے مالک سے زیادہ ہیں۔۔۔۔۔۔۔ الخ

اقول۔ لعنت ہے اسپر جو اپنی بابت ظاہری طور پر یا اشارۃً بھی یہ کہتا ہو۔ کہ میں شہنشاہ عرب و عجم اور کروڑوں مخلوق خدا کے دلونکے مالک سے زیادہ ہوں۔ اور لعنت اور پھٹکار ہے۔ اسپر جو جان بوجھ کر عمداً ظالمانہ تحریر اختیار کرکے اس قسم کے استنباط کرے۔

اب رہی یہ دوسری بات کہ شہنشاہ عرب و عجم کا امتی نہ بچ سکے تیئے اسبابتکے معلوم کرنیکی بہت کوشش کی۔ کہ حیرت صاحب کی مراد انکی اس بیان میں امتی سے کیا ہے لیکن اسکے سمجھنے میں ابتک ہماری عقل و سمجھ قاصر ہے انشاءاللہ کہ حیرت صاحب کسی قدر اسکی تشریح کر کے ہمیں سمجھا دیونگے۔ کیونکہ ایک کثیر گروہ کی بابت حیرت صاحب ایسے الفاظ استعمال کرچکے ہیں۔ کہ انکے بیان کے موافق اس گروہ کثیر کی بابت دل میں یہ شبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ وہ امتی ہیں۔ یا نہیں۔ ہم یہ بات اپنی طرف سے نہیں کہتے ہیں۔ اگر اس بیان میں حیرت صاحب کو شبہ ہو تو وہ ہمکو بتائیں۔ کہ آیا انمیں جنکو اب انہوں نے امتی کہا ہے۔ مفصلہ ذیل گروہ شامل ہیں۔ یا نہیں

اوّل۔ وہ امتی جو صرف امتی ہونیکا دعوے کرتے ہیں۔ لیکن گریبان میں منہ ڈالکر نہیں دیکھتے۔ کہ آیا وہ امتی ہیں۔ یا شرانہ بانی جمع خرچ ہے۔ وہ جو سرکش اور باغی ہیں۔ اس لئے کہ عملی طور پر حضور سرور کائنات کے دشمن ہیں۔ کیونکہ انکی معاشرت اور اکثر باتیں حضور انور اور صحابہ کے خلاف ہیں۔ اور مختلف رسومیں گرفتار ہیں۔ (دیکھو کرزن گزٹ مورخہ یکم مئی ۱۹۱۲ء)

دوم۔ یا آپ کی مراد ان خوارج سے ہے۔ جو کوتاہ اندیش بد تہذیب اور ناشائستہ ہیں (دیکھو سوانح عمری حضرت عمر رض صفحہ ۶) اور جو ازلی بدنصیب ہیں۔

سوم۔ یا آپ کی مراد ان شیعہ سے ہے جنکی تعریف یہی مبتذل ذلیل اور خوار قوم اور جنکی دینی اور دنیوی تمام باتیں حد سے زیادہ ناپاک اور خراب ہیں۔ اور جن سے زیادہ خراب اخلاق رکھنے والی کوئی اور قوم نہیں ہے۔ (دیکھو سوانح عمری حضرت عمر رض صفحات ۴۳ و ۴۴)

چہارم۔ یا ان صوفیوں سے مراد ہے۔ جنکا تصوف اسلامی توہین کا بڑا مادہ رکھتا ہے۔ اور جنکی ناپاک حالت کی وجہ سے علماء کو لغت کی کتاب میں لفظ علت مشائخ بڑھانا پڑا ہے۔ (دیکھو حیات طیبہ صفحہ ۲۵)

نیز جنکے ہاں سوائی قوال کے اسے دائی اے دائی اور طبلہ کی تھاپ کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔ یا خشک توجہ ہے۔ جو پرچی ویتے ہیں جس سے نہ حالت سنبھلتی ہے اور نہ کچھ فائدہ ہی ہوتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ (دیکھو کرزن گزٹ مورخہ یکم مئی ۱۹۱۲ء)

پنجم۔ یا اس گروہ مراد ہے۔ جس سے حیرت صاحب کو ذرا بھی امید نہیں ہے۔ اور سینگ کٹا کر بچھڑوں میں ملنے کی مثل جسپر صادق آتی ہے۔ اور جس کی کارروائی میں ملانوں کی کارروائی سے کوئی فرق نہیں ہے۔ جس نے مسلمانوں کا بہت سا روپیہ برباد کیا ہے۔ اور جب تک قائم ہے۔ اسیطرح سے برباد کرتا رہیگا۔ (دیکھو کرزن گزٹ مورخہ ۲۲ اکتوبر ۱۹۰۶ء)

ششم۔ یا ان انجمنوں سے مراد ہے۔ جنکو ان کی ذاتی اغراض نے بے سود کر رکھا ہے۔ اور جو وہی ملانوں کا مجمع ہے۔ اور جنہوں نے مسلمانوں کا مفت میں بہت سا روپیہ برباد کیا ہے۔ (دیکھو کرزن گزٹ مورخہ ۲۲ اپریل ۱۹۱۲ء)

ہفتم۔ یا وہ نیچری ہیں جو شقاوت میں قارون کی مغز اور ضلالت میں فرعون سے بڑھ کر ہیں۔ اور جو ذلت میں گرفتار ہیں اور انکا ٹھکانا دوزخ ہے (دیکھو مسدس صفحہ ۴۳)

نیز وہ نیچری جو ابلیس سے ہر صفت میں بدتر ہیں۔ وہ ابلیس کے مقتدی نہیں۔ بلکہ اسکے رہبر ہیں اور جو اکفر ہیں۔ (دیکھو مسدس صفحہ ۴۳)

نیز وہ سید کے شاگرد جن میں چھوٹے سے چھوٹا شیطان ہے۔ اور اس سے چھوٹا ممکن نہیں ہے (مسدس صفحہ ۴۰)

ہشتم۔ یا حیرت صاحب کی مراد امتیوں سے وہ لوگ ہیں۔ جو نعتیہ قصائد کہنے والے ہیں اور رسول صلعم کی شان میں خیالی معشوقوں کے الفاظ استعمال کرنیکی وجہسے کمبخت نامہذب اور وحشی ہیں۔ جن کم بختونکے منہ میں کیڑے پڑیں گے۔ اور جو ہمیشہ دوزخ میں رہینگے۔ (دیکھو سوانح عمری حضرت عمر رض صفحہ ۶)

نہم۔ یا وہ لوگ جو جنگلوں میں رہتے اور ولی کہلاتے ہیں۔ اور جن کی صفت ہے۔ خود غرض احسان فراموش ازلی بدنصیب اور جن میں کچھ بھی ایمان کی بو نہیں ہے۔ (دیکھو مقدمہ تفسیر صفحہ ۵۹۳ و ۵۹۴)

دہم۔ یا وہ پردہ در ہیں۔ جو اپنے مضامین کے ذریعہ سے ہیچوں ہیچوں کرتے ہیں۔ جنکی اصلاح پر لعنت اور تف ہے۔ (دیکھو گزٹ مورخہ ۱۵ فروری ۱۹۱۰ء)

یازدہم۔ یا وہ ایڈیٹران اخبار ہیں۔ جو نفس شرافت سے دور ہیں۔ بازاری اور پاجی ہیں۔ عقل انسانی سے بے بہرہ کمبختی کے مارے اور ازلی کمبخت ہیں۔ دیکھو کرزن گزٹ مورخہ ۱۵ اپریل یکم و ۱۵ جولائی ۱۹۱۰ء)

دوازدہم۔ یا وہ امراء ہیں۔ جو ابدی بدبخت بدکردار نالائق۔ خر دماغ ازلی بدنصیب گین چکر کاٹ کے الو اور نابکار ہیں (دیکھو کرزن گزٹ ۱۵ مئی ۱۹۱۰ء)

نیز جنہوں نے شیطان اور انکی ذریات کی کل اعمال کا ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ اور یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ دنیا میں شیطان کی ضرورت نہیں ہے۔ اور دائمی جہنم میں رہنے والے ہیں۔ (دیکھو گزٹ مورخہ جون ۱۹۱۰ء)

(الغرض حیرت صاحب نے کل امراء میں سے صرف تین یا چار کو کل ہندوستان میں سے مستثنےٰ کیا ہے۔)

سیزدہم۔ یا وہ عام مسلمان ہیں۔ جنکی عقلیں بیکار ہو گئی ہیں۔ اور انسانیت سے گر کر بہائم سیرت ہو گئے ہیں۔ اور جنکا عدد ہزار مجنون ہے۔ (دیکھو سیرۃ الرسول صفحہ ۱۰ اور کرزن گزٹ مختلف مقامات)

یا وہ مسلمان ہیں جو انجیل کے قائل ہیں۔ اور جنہوں نے عیسائیوں کی کل صفات لے لی ہیں۔ (دیکھو مقدمہ تفسیر صفحہ ۴۰۰)

چہاردہم یا وہ مولوی ہیں۔ جو دجال اور ازلی جہنمی ہیں

باقی دارد

جن میں سے ایک بھی ایسا نہیں ہے کہ اس میں غلطی نہو - وغیرہ وغیرہ - (گزٹ مورخہ ۱۵ ستمبر و یکم اکتوبر ۱۸۹۹ء)

نیز جو بیدین فیری و نابکار دین فروش دشمن اسلام ہیں - جن کی اسلام پر لعنت ہے - (گزٹ مورخہ ۳ اکتوبر ۱۸۹۹ء) +

نیز جو دین فروش ظالم رہزنان دین و ایمان - غارت کنان دین ڈاکو رسول صلعم کے جانی دشمن ہیں - وغیرہ وغیرہ (دیکھو گزٹ مورخہ ۲۳ اکتوبر ۱۸۹۹ء) -

پانزدہم - یا حیرت صاحب وہ آپ ہی ہیں جو اپنے مختلف فتووں کی وجہ سے اپنے ہی قول کے موافق - بہت سے خلاف اسلام صفات کا نشانہ بن گئے ہیں جنکا ذکر انشاء اللہ تفصیل سے ہم علیحدہ کرینگے - فی الحال مختصر دو ایک نظائر یہ ہیں -

اول - دیکھو مقدمہ تفسیر صفحہ ۹۵ ۶ جہاں یہ ثابت کیا ہے - کہ کثیر مسلمانوں کا جہنمی سمجھنے والا خود جہنمی ہے ..... حیرت صاحب اس فتوے کا نشانہ ہو چکے ہیں - جو کسی قدر تراشیں ..... تحریر میں انکو معلوم ہو گیا ہو گا اور جو کچھ کسر باقی ہے وہ آگے چل کر نکالدی جاویگی -

دوم - دیکھو گزٹ مورخہ ۸ دسمبر ۱۸۹۲ء جہاں اپنے فرضی مریدوں کو مفصلہ ذیل الفاظ میں ... حیرت صاحب نے نصیحت کی ہے -

"تمہارے آقا ہی نامدار نے یہ فیصلہ کر دیا ہے - کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کیطرف سے سوء ظنی کرے - یا اسکی اہانت کرے - وہ ہرگز مسلمان نہیں ہے - تو تمہارے کل اعمال نماز سلب کر لئے جائیں گے - نہ قیامت کو دیدار باری تعالےٰ اور نہ حضور انور کی شفاعت کبھی نصیب ہو گی" - یہ ہے حیرت صاحب کا دوسرا فتوی جسکے وہ خود ہی نشانہ ہو چکے ہیں - فی الحال ہم صرف انہیں دو کے بیان پر ختم

...تے ہیں ہو اکتفا کرتے ہیں +

اب ہم حیرت صاحب سے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب پر نکتہ چینی کرتے ہوئے جن لوگوں کا بڑا امتی بیان کیا ہے - ان میں یہ مذکورہ بالا کثیر گروہ شامل ہے - یا نہیں - اگر یہ شامل نہیں ہے - تو جو کثیر گروہ کے بعد باقی رہ گئے ہیں - مرزا صاحب نے ان کی بابت کسی قسم کا اشارہ نہیں کیا ہے - اور حیرت صاحب نے جو ایک جگہ یہ لکھا ہے - کہ ایک مسلمان جو صدق دل سے پانچوں وقت نماز پڑھتا ہو - اور حضور انور کا سچا شیدائی ہو طاعون سے نہ بچے - اور مرزا صاحب کا مرید بچ جاوے - یہ فقرات مرزا صاحب کے کسی تحریر میں باوجود تلاش کے نہ مل سکے - یا تو یہ الفاظ حیرت صاحب کو مرزا صاحب کی تحریریں دکھانے چاہئیں - مرزا صاحب کے اس قسم کے تمام اشتہارات سے یہی غرض ہے - کہ ہر ایک شخص اپنی حالت میں پاک تبدیلی پیدا کرے - ورنہ اسکی حالت ہر وقت خطرناک ہے - فی الحال ہم اسکو ختم کر دیتے ہیں - آئندہ انشاء اللہ تعالےٰ کسی موقع پر مرزا صاحب کے تمام تحریرات پر جو حضور علیہ السلام نے طاعون کے متعلق شائع کئے ہیں مفصل سے ریویو کرینگے -

اس مذکورہ بالا بحث کے متعلق ہم حیرت صاحب مفصلہ ذیل سوالات کرنا چاہتے ہیں - تاکہ بعض نکتہ چینیوں کا جواب دیتے وقت ہم حیرت صاحب کے ان جوابات کو مد نظر رکھیں - اور اگر ان کا کوئی معقول جواب ندیا - تو گویا ہماری طرف سے ان نکتہ چینیوں کا بھی جواب ادا ہو جائے گا - اور دوبارہ ان کی طرف توجہ کرنیکی ضرورت نہو گی ÷

سوال اول اس نکتہ چینی کی بابت ہے - جو انہوں نے مرزا صاحب سلمہ الرحمٰن کی سخت کلامی کی بابت کی ہے ہم یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں - کہ سخت کلامی سے کیا مطلب ہے - اور مذکورہ بالا الفاظ سخت کلامی میں داخل ہیں یا نہیں -

سوال دوم - تمنے یہ لکھا ہے - کہ قرآن و حدیث رسول صلعم مسلمان رکھنے کیلئے کافی ہے نیز مسلمانوں کے لئے ایک قبلہ ایک رسول اور ایک خدا کافی ہے - اس کے سوا کسی کی ضرورت نہیں ہے - اگر تمہارا یہ خیال درست ہے - تو بقول تمہارے یہ ہووے گا - تو اسکس طرح سے بگڑ گیا - جس کے لئے ایک مصلح ربانی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے -

سوال سوم - مرزا صاحب اپنی علیحدہ جماعت قرار دیتے ہیں - رسول صلعم اس بات سے ناراض ہیں تمنے جو یہ لکھا ہے - کیا یہ تمہارا جھوٹ نہیں ہے - کیونکہ جن گروہوں کا ہمنے اوپر ذکر کیا ہے - مرزا صاحب نے ان سے علیحدگی مولیٰ کریم کے اس حکم کے موافق اختیار کی ہے - **ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار** الخ کیا حیرت خود تمہاری مقبول گروہ سے علیحدگی اختیار کر لی رسول صلعم کی ناراضگی کا باعث ہو سکتا ہے - اور کیا یہ تمنے رسول صلعم پر افترا نہیں کیا ہے -

سوال چہارم حیرت صاحب تمنے لکھا ہے - کہ شرافت کا مقتضیٰ یہ ہے - کہ اعلانیہ اپنی غلطی کا اعتراف کرے - کیونکہ انسان خطاو نسیان کا پتلا ہے - سو یہ بتلاویں کہ آپنے اپنی ان غلطیوں سے جو اس سلسلے میں کی ہیں کسقدر تسلیم کی ہیں - اور کسقدر غلطیوں کا اعلانیہ اعتراف کر کے اپنی شرافت کا ثبوت دیا ہے -

قولہ خدا کی کلام میں تحریف کرنی اور اپنے بے بنیاد خیال کی تائید اور تقلید کرنی - یہ کور دہ والوں کا خاصہ ہے -

اقول - بیشک دہی جتنے کور دہ کے خمیر میں یہ خاصہ معلوم ہوتا ہے - جسکا ثبوت مقدمہ تفسیر کے پڑھنے سے ملتا ہے - جسے تمام دکمال پڑھنے کی کچھ بھی ضرورت نہیں ہے - صرف سود کی بحث پڑھنے سے حقیقت معلوم ہو جاتی ہے - کہ اپنے بے بنیاد خیالات کی کسقدر تائید اور تقلید کر کے کلام الہٰی کے صاف صاف احکامات سے روگردانی کی ہے - مقدمہ تفسیر کے صفحہ ۵۵ پر تحویل بحث کے بعد لکھا ہے - چونکہ مسلمانوں کے دلوں میں سالہا سال سے ایک نفرت سود کی طرف سے پیدا ہو گئی ہے - اور وہ سود کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں - اسلئے ممکن ہے - کہ اسے (یعنی حیرت صاحب کے بیانات کو) قبول کرنے میں چون و چرا کریں - پھر صفحہ ۶۶۱ پر لکھا ہے - میں نے سود کی بحث میں عمداً مفسروں کی رائے سے زیادہ مدد نہیں لی ہے - کیونکہ میری رائے عموماً ایک نئے انداز اور نئے پیرائے کی ہو گی - اور میں مجتہدانہ طور پر بحث کرونگا - شریعت ہمیں مجبور نہیں کرتی کہ ہم کسی مفسر کی رائے کو تسلیم کریں - (باقی دارد)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور مرزا محمود ایرانی

آج پرچہ پیسہ اخبار ۲۷۔ اگست ۱۹۰۲ء کے پڑھنے سے مجھے معلوم ہوا۔ کہ حکیم مرزا محمود نام ایرانی لاہور میں فروکش ہیں۔ وہ بھی ایک مسیحیت کے مدعی کے حامی ہونیکا دعوےٰ کرتے ہیں۔ اور مجھسے مقابلہ کے خواہشمند ہیں۔ میں افسوس کرتا ہوں۔ کہ مجھے اس قدر فرصت کم فرصتی ہے۔ کہ میں انکی اس درخواست کو قبول نہیں کرسکتا۔ کیونکہ کل ہفتہ کے روز جلسہ کا دن ہے جس میں میری معروفیت ہوگی۔ اور اتوار کے دن علی الصباح مجھے گورداسپور میں ایک مقدمہ کیلئے جانا جو عدالت میں دائر ہے۔ ضروری ہے۔ میں قریباً بارہ دن سے لاہور میں مقیم ہوں۔ اس مدت میں کسی نے مجھسے ایسی درخواست نہیں کی۔ اب میں جانے کو ہوں اور ایک منٹ بھی مجھے کسی اور کام کیلئے فرصت نہیں۔ تو میں نہیں سمجھ سکتا۔ کہ اس بیوقت کی درخواست سے کیا مطلب ہے۔ اور کیا غرض ہے۔ لیکن تاہم میں حکیم مرزا محمود صاحب کو تصفیہ کیلئے ایک اور صاف راہ بتلاتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ کل ۳۰ ستمبر کو جو جلسہ میں میرا مضمون پڑھا جائیگا۔ وہ مضمون ایڈیٹر صاحب پیسہ اخبار اپنے پرچہ میں بتمام و کمال شائع کردیں۔ حکیم صاحب موصوف سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ وہ اس مضمون کے مقابلہ میں اوسی اخبار میں اپنا مضمون شائع کرادیں اور پھر خود پبلک ان دونوں مضمونوں کو پڑھ کر فیصلہ کرلے گی۔ کہ کس شخص کا مضمون راستی پر اور دلائل قویہ پر مبنی ہے۔ اور کس شخص کا مضمون اس مرتبہ سے گرا ہوا ہے۔ میری دانست میں یہ طریق فیصلہ ان بدنتائج سے بہت محفوظ ہوگا جو آجکل زبانی مباحثات سے متوقع ہے۔ بلکہ چونکہ اس طرز میں روئے کلام حکیم صاحب کیطرف نہیں۔ اور نہ انکی نسبت کوئی تذکرہ ہے۔ اس لئے ایسا مضمون ان رنجشوں سے بھی برتر ہوگا۔ جو عام مباحثات سے کبھی کبھی پیش آجایا کرتے ہیں۔

مجھسے ایک صاحب حکیم مرزا محمود ایرانی نام نے آج ۲ ستمبر ۱۹۰۲ء کو بذریعہ ایک خط کے دریافت کیا ہے۔ کہ اس آیت کے کیا معنے ہیں۔ فوجدھا تغرب فی عین حمئۃ۔ پس واضح ہو۔ کہ آیت قرآنی بہت سے اسرار اپنے اندر رکھتی ہے۔ جس کا احاطہ نہیں ہوسکتا۔ اور جیسکے ظاہر کے نیچے ایک باطن بھی ہے۔ لیکن وہ معنے جو خدا نے مجھپر ظاہر فرمائے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ کہ یہ آیت مع اپنے سابق اور لاحق کے مسیح موعود کے لئے ایک پیشگوئی ہے اور اس کے وقت ظہور کو مشخص کرتی ہے۔ اور اس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ مسیح موعود بھی ذوالقرنین ہے کیونکہ قرن عربی زبان میں صدی کو کہتے ہیں۔ اور آیت قرآنی میں اس بات کیطرف اشارہ ہے۔ کہ وہ وعدہ کا مسیح جو کسی وقت ظاہر ہوگا اُس کی پیدائش اور اُسکا ظاہر ہونا دو صدیوں پر مشتمل ہوگا۔ چنانچہ میرا وجود اسیطرح پر ہے۔ میرے وجود نے مشہور و معروف صدیوں میں خواہ ہجری ہیں۔ خواہ مسیحی خواہ بکرماجیتی اس طور پر اپنا ظہور کیا ہے۔ کہ ہر جگہ دو صدیوں پر مشتمل ہے۔ صرف کسی ایک صدی تک میری پیدائش اور ظہور ختم نہیں ہوئے۔ غرض جہانتک مجھے علم ہے۔ میری پیدائش اور میرا ظہور ہر ایک مذہب کی صدی میں صرف ایک صدی پر اکتفا نہیں کرتا۔ بلکہ دو صدیوں میں اپنا قدم رکھتا ہے۔ پس ان معنوں سے میں ذوالقرنین ہوں۔ چنانچہ بعض احادیث میں بھی مسیح موعود کا نام ذوالقرنین آیا ہے۔ ان حدیثوں میں بھی ذوالقرنین کے یہی معنے ہیں۔ جو میں نے بیان کئے ہیں۔ اب باقی آیت کے معنے پیشگوئی کے لحاظ سے یہ ہیں۔ کہ دنیا میں دو قومیں بڑی ہیں جنکو مسیح موعود کی بشارت دیگئی ہے۔ اور مسیحی دعوت کے لئے پہلے انہیں کا حق ٹھہرایا گیا ہے۔ سو خدا تعالیٰ ایک استعارے کے رنگ میں اسجگہ فرماتا ہے کہ مسیح موعود جو ذوالقرنین ہے۔ اپنی سیر میں دو قوموں کو پائیگا۔ ایک قوم کو دیکھیگا کہ وہ تاریکی میں ایک ایسے بدبودار چشمے پر بیٹھی ہے۔ کہ جسکا پانی پینے کے لائق نہیں۔ اور اس میں سخت بدبودار کیچڑ ہے۔ اور اسقدر ہے۔ کہ اب اسکو پانی نہیں کہہ سکتے۔ یہ عیسائی قوم ہے۔ جو تاریکی میں ہے۔ انہوں نے مسیحی چشمہ کو اپنی غلطیوں سے بدبودار کیچڑ میں ملا دیا ہے۔ دوسری سیر میں مسیح موعود نے جو ذوالقرنین ہے۔ ان لوگوں کو دیکھا جو آفتاب کی جلتی ہوئی دھوپ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور آفتاب کی دھوپ اور انمیں کوئی اوٹ نہیں۔ اور آفتاب سے انہوں نے کوئی روشنی تو حاصل نہیں کی۔ اور صرف یہ حصہ ملا ہے۔ کہ اس سے بدن انکے جل رہے ہیں۔ اور اوپر کی جلد سیاہ ہوگئی ہے۔ اس قوم سے مراد مسلمان ہیں۔ جو آفتاب کے سامنے تو ہیں۔ مگر بجز جلنے کے اور کچھ فائدہ ان کو نہیں ہوا۔ یعنی انکو توحید کا آفتاب دیا گیا۔ مگر بجز جلنے کے آفتاب سے انہوں نے کوئی حقیقی روشنی حاصل نہیں کی۔ یعنی دینداری کی سچی خوبصورتی اور سچے اخلاق وہ کھو بیٹھے۔ اور تعصب اور کینہ اور اشتعال طبع اور درندگی کے چلن انکے حصہ میں آگئے ۔ خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ اس پیرایہ میں فرماتا ہے۔ کہ ایسے وقت میں مسیح موعود جو ذوالقرنین ہے آئیگا۔ جبکہ عیسائی تاریکی میں ہونگے۔ اور انکے حصہ میں صرف ایک بدبودار کیچڑ ہوگا۔ جسکو عربی میں حمأ کہتے ہیں۔ اور مسلمانوں کے ہاتھ صرف خشک توحید ہوگی۔ جو تعصب اور درندگی کی دھوپ سے جلے ہونگے۔ اور کوئی روحانیت صاف نہوگی۔ اور پھر مسیح جو ذوالقرنین ہے۔ ایک تیسری قوم کو پائینگے۔ جو یاجوج ماجوج کے ہاتھ سے بہت تنگ ہوگی۔ اور وہ لوگ بہت دیندار ہونگے اور انکی طبیعتیں سعادتمند ہونگی۔ اور وہ ذوالقرنین سے جو مسیح موعود ہے۔ مدد طلب کرینگے۔ تا یاجوج ماجوج کے حملوں سے بچ جائیں۔ اور تا وہ انکے لئے سد روشن بنا دیگا۔ یعنی ایسے پختہ دلائل اسلام کی تائید میں انکو تعلیم دیگا۔ یاجوج ماجوج کے حملوں کو قطعی طور پر روک دیگا۔ اور انکے آنسو پونچھیگا۔ اور ہر ایک طور سے انکی مدد کریگا اور انکے ساتھ ہوگا۔ یہ ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے۔ جو مجھے قبول کرتے ہیں۔ یہ عظیم الشان پیشگوئی ہے۔ اور اسمیں صریح طور پر میرے ظہور اور میرے وقت اور میری جماعت کی خبر دیگئی ہے۔ پس مبارک وہ جو ان پیشگوئیوں کو غور سے پڑھے۔ قرآن شریف کی یہ سنت ہے۔ کہ اس قسم کی پیشگوئیاں بھی کیا کرتا ہے۔ کہ ذکر کسی اور کا ہوتا ہے۔ اور اصل منشاء آئندہ زمانہ کیلئے ایک پیشگوئی ہوتی ہے۔ جیسا کہ سورت یوسف میں بھی اسی قسم کی پیشگوئی کیگئی ہے۔ یعنی بظاہر تو ایک قصہ بیان کیا گیا ہے۔ مگر اسمیں یہ مخفی پیشگوئی ہے۔ کہ جسطرح یوسف کو اول بھائیوں نے حقارت کی نظر سے دیکھا۔ آخر وہی یوسف انکا سردار بنایا گیا اسیطرح بھی قریش کیلئے ایسا ہی ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رد کرکے مکہ سے نکال دیا۔ مگر وہی جو رد کیا گیا تھا انکا پیشوا اور سردار بنایا گیا ✦ بڑا تعجب کا مقام ہے۔ کہ اسقدر بار بار مسیح موعود یعنی اس عاجز کی نسبت قرآن شریف میں پیشگوئیاں بیان کی گئی ہیں مگر پھر بعض......

تمہات۔ ۶ ستمبر کو محمد جی کی شہادت ختم ہوئی۔ ۷ کو شیخ علی احمد صاحب وکیل گورداسپور اور ۸ کو منشی عزیز الدین صاحب تحصیلدار دینانگر اور میاں حسین بخش صاحب پنشنر بٹالہ کی شہادت ہوئی۔ ۹ کو مدالت نہیں ہوا۔ ۱۰ ستمبر کو ڈاکٹر محمد الدین صاحب گواہ مستغیث میڈیکل پریکٹیشنر لاہور حاضر عدالت ہوئے خواجہ صاحب نے اول واقعات مقدمہ سے انکو آگاہ کیا اور پھر شہادت ہوئی۔ ۱۱ ستمبر کو ڈاکٹر صاحب کا بیان ختم ہوئی اور چودھری نصراللہ خان صاحب وکیل سیالکوٹ کا بیان ہوا مگر جرح محفوظ رہی ✤

کلمات طیبات حضرت امام الزمان علیہ السلام

۹ اگست ۱۹۰۴ء قادیان

تغیر نیت سے اجر باطل ہوجاتا ہے

بعض لوگون کے ایک مسجد کے تنازعہ پر آپ نے فرمایا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ زیادہ بزرگ تم مین سے وہ ہے جو تقوے مین زیادہ ہے۔ جیسے قرآن شریف میں ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ اور متقیون کے صفات مین سے ہے۔ کہ وہ بالغیب ایمان لاتے ہین نمازین پڑھتے ہین۔ اور مما رزقنٰھم ینفقون ٥ یعنے علم۔ مال۔ اور دوسرے قوائے ظاہری اور باطنی جوکچھ دیا ہے۔ سب کو اللہ تعالے کی راہ مین صرف کرتے ہین۔ ایسے لوگون کے لئے خدا نے بڑے بڑے وعدہ انعام کے کئے ہین۔ انسان ایک کارخیر کیلئے جب نیت کرتا ہے۔ تو اس کو چاہیئے کہ پھر اُس مین کسی قسم کا فرق نہ لاوے۔ اگرکوئی دوسرا جو اس مین حصہ لینے والا تہا۔ یا نہ تہا۔ مزاحم ہو۔ اور بددیانتی کرے تو بھی اول الذکر کو چاہیئے۔ کہ وہ کسی قسم کا تغیر اپنے ارادہ مین نہ کرے۔ اس کو اسکی نیت کا اجر ملیگا۔ اور دوسرا اپنی شرارت کی سزا پاویگا۔ دنیا مین لوگون کو ایک یہ بھی بڑی غلطی لگی ہے۔ کہ دوسرے سے مقابلہ کے وقت یا اُسکی نیت مین فرق آتا دیکھکر اپنی نیت کو جو خیر پر مبنی ہوئی ہے۔ بدل دیا جاتا ہے۔ اس طرح سے بجائے ثواب کے عذاب حاصل ہوتا ہے۔ یاد رکھو۔ کہ جو شخص خدا کے لئے نقصان روا نہیں رکہتا۔ وہ عند اللہ کسی اجر کا بھی مستحق نہیں۔ خدا کے لئے تو جان تک دریغ نہ کرنی چاہیئے۔ پھر زمین وغیرہ کیا شے ہے۔ جس قدر کوئی دکھ اُٹہانے کے لئے طیار ہوگا۔ اُتنا ہی اُسے ثواب ملیگا۔ اگر کوئی شخص یہ اصول اختیار نہیں کرتا۔ تو اس نے ابھی تک ہمارے سلسلہ کا مطلب اور مقصود ہی نہین جانا۔ جو لوگ اس جماعت مین داخل ہین۔ اگر وہ عام لوگون کے سے اخلاق۔ مروت۔ اور ہمدردی برتتے ہین۔ تو اُن مین اُور دوسرے لوگون سے کیا فرق ہوا شریر کی شرارت کو شریر کے حوالہ کرو۔ اور اپنے نیک جوہر دکھاؤ۔ تب تمیز ہوگی۔ دنیاوی تنازعات کے وقت مالی نقصان برداشت کرنے اور جود نفس سے کام لینے کے سوا چارہ نہیں ہوا کرتا۔ اور نہ انسان کو ہمیشہ اس قسم کے مواقعہ ہاتہ آتے ہین۔ کہ وہ خطرہ کے یہ نیک جوہر دکہا سکے۔ اس لئے اگر کوئی ایسا موقعہ ہاتہ آجاوے۔ تو اُسے غنیمت خیال کرنا چاہیئے ؛

مساجد کی ضرورۃ

اس وقت ہماری جماعت کو مساجد کی بڑی ضرورت ہے۔ یہ خانہ خدا ہوتا ہے۔ جس گاؤن یا شہر مین ہماری جماعت کی مسجد قایم ہوگئی۔ تو سمجھو کہ جماعت کی ترقی کی بنیاد پڑگئی۔ اگر کوئی ایسا گاؤن ہو۔ یا شہر۔ جہان مسلمان کم ہون یا نہ ہون۔ اور وہان اسلام کی ترقی کرنی ہو۔ تو ایک مسجد بنادینی چاہیئے۔ پھر خدا خود مسلمانون کو کہنیچ لادیگا لیکن شرط یہ ہے۔ کہ قیام مسجد مین نیت باخلاص ہو محض للہ اُسے کیا جاوے۔ نفسانی اغراض یا کسی شر کو ہرگز دخل نہ ہو۔ تب خدا برکت دیگا۔

یہ ضروری نہیں ہے۔ کہ مسجد مرصع اور پکی عمارۃ کی ہو۔ بلکہ صرف زمین روک لینی چاہیئے۔ اور وہان مسجد کی حدبندی کردینی چاہیئے۔ اور بانس وغیرہ کا کوئی چھپر وغیرہ ڈالدو۔ کہ بارش وغیرہ سے آرام ہو۔ خدا تعالےٰ تکلفات کو پسند نہیں کرتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد چند کھجورون کی شاخون کی تہی۔ اور اسی طرح چلی آئی۔ پہر حضرت عثمان رضہ نے اس لئے کہ ان کو عمارت کا شوق تہا۔ اپنے زمانہ مین اُسے پختہ بنوایا مجھے خیال آیا کرتا ہے۔ کہ حضرۃ سلیمان اور عثمان کا قافیہ خوب ملتا ہے۔ شاید اسی مناسبت سے ان کو ان باتون کا شوق تہا۔ غرضیکہ جماعت کی اپنی مسجد ہونی چاہیئے۔ جسمین اپنی جماعت کا امام ہو اور وعظ وغیرہ کرے۔ اور جماعت کے لوگون کو چاہیئے کہ سب مل کر اوسی مسجد مین نماز با جماعت ادا کیا کرین۔ جماعت اور اتفاق مین بڑی برکت ہے۔ پراگندگی سے پھوٹ پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ وقت ہے۔ کہ اس وقت اتحاد اور اتفاق کو بہت ترقی دینی چاہیئے۔ اور ادنےٰ ادنےٰ سی باتون کو نظرانداز کردینا چاہیئے۔ جو کہ پھوٹ کا باعث ہوتی ہین۔ ؛

نفس لوامہ ہی قابل قدر ہے

مولوی تاج محمود صاحب ساکن لالیان نے بڑھکر حضرۃ مسیح موعود علیہ السلام سے مصافحہ کیا۔ اور نماز مین سرور اور لذت کے لئے دعا کی درخواست کی۔ فرمایا۔ کہ دعا کرتے رہو۔ اور کرتے رہو۔ ایک کارڈ روزانہ لکھدیا کرو۔ کہ دعا یاد آجایا کرے۔ طبیعت پر جبر کرکے جو کام کیا جاتا ہے۔ ثواب اُوسی کا ہوتا ہے۔ اور اُسی کا نام نفس لوامہ ہے۔ کہ طبیعت آرام کرنا چاہتی ہے۔ اور نفسانی جذبات نفسانی کی طرف کہچی جاتی ہے۔ مگر وہ بزور اُسے مغلوب کرکے خدا کے احکام کے ماتحت چلاتا ہے۔ اس نے اجر پاتا ہے۔ ثواب کی حد نفس لوامہ تک ہی ہے۔ اور اُسے ہی خدا نے پسند کیا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف مین قسم بھی نفس لوامہ کی ہی خدا نے کہائی ہے۔ مطمئنہ کی نہیں کہائی کیونکہ مطمئنہ مین جاکر ثواب نہیں رہتا۔ کیونکہ وہان کوئی کشاکشی اور جنگ نہین۔ وہ تو امن کی حالت ہے ؛

سونے چاندی اور ریشم کا استعمال

عرض کی گئی۔ کہ چاندی وغیرہ کے بٹن استعمال کئے جاوین۔ فرمایا کہ ۳۔ ۴۔ ماشہ تک تو حرج نہین۔ لیکن زیادہ کا استعمال منع ہے۔ اصل مین سونا چاندی تو عورتونکی زینت کے لئے جائز رکہا ہے۔ ہان علاج کے طور پر ان کا استعمال منع نہین۔ جیسے کسی شخص کو کوئی عارضہ ہو۔ اور چاندی سونے کے برتن مین کہانا طبیب بتلاوے۔ تو بطور علاج کے صحت تک وہ استعمال کرسکتا ہے۔ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اُسے جوئیں بہت پڑی ہوئی تہیں۔ آپ نے حکمدیا۔ کہ تو ریشم کا کرتا بناکر اس سے جوئیں نہیں پڑتین (ایسے ہی خارش والے کے لئے ریشم کا لباس مفید ہے) ؛

سود

سود کی بابت پوچہا گیا۔ کہ بعض مجبوریات لاحق حال ہوجاتے ہین۔ فرمایا کہ اس کا فتوےٰ ہم نہیں دیسکتے۔ یہ بہرحال ناجائز ہے۔ ایک طرح کا سود اسلام مین جائز ہے کہ قرض دیتے وقت کوئی شرط وغیرہ کسی قسم کی نہ ہو۔ اور مقروض جب قرضہ ادا کرے۔ تو مروت کیطور پر اپنی طرف سے کچھ زیادہ دیدیوے۔ آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے۔ اگر دس روپیہ قرض لئے۔ تو ادائیگی کیوقت ایک سو تک دیدیا کرتے۔ سود حرام وہی ہے۔ جس مین عہد معاہدہ اور شرائط اول ہی کر لی جاوین ؛

عکسی تصاویر

حضرۃ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایسی عمدہ عکسی تصویر طیار ہوئی ہے۔ کہ جس نے دیکہا ہے تعریف کی ہے۔ خط و خال کی صفائی سفارش کرتی ہے۔ کہ ضرور خریدو۔ غیر متبائع لوگون کو اتمام حجت کی نیت سے پیش کرنیکا عمدہ ذریعہ ہے۔ اور اس سے یہ فایدہ بہی اُوٹہا سکتے ہین۔ کہ جب تصویر پر نظر پڑی۔ تو اقرار بیعت یاد آگیا۔ کہ اس مرد خدا کے ہاتہ پر ہمنے خدا کیلئے اپنے ارادون اور نفسانی خواہشون کو بیچدیا ہے۔ قیمت ۸ ؍ اور عنصر علاوہ محصولڈاک

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

محبی مکرمی اخویم فی اللہ -

السلام علیکم رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

(۱) جناب پر روز روشن کیطرح یہ امر واضح ہوگا - کہ فی زمانہ حال اخبار اور رسائل بھی کسی مقدس جماعت کیلئے خداتعالیٰ کے اون انعامات میں سے ہیں - جنسے وہ جماعت منکرین پر اتمام حجت اور تبلیغ کی خدمت بجا لاتی ہے - اور نیز خود انکے وجود کے قیام سے رشد اور خیر کا ایک کثیر حصہ حاصل کرتی ہے - اور اسی لئے حق اور حقیقت سے پرورش پانے والی روحیں ان ذرائع کی دل و جان سے قدردان ہو کر ان کے قیام میں کوئی دقیقہ سعی کا فروگذاشت نہیں کرتیں - اور علاوہ اس خاص فائدہ کے عام طور پر عالم اسباب میں بھی اخبار اور رسائل ایک قوم کی اثر - وجاہت اور قومی ہمدردی کے اندازہ کرنیکا ثبوت ہوا کرتے ہیں -

(۲) - البدر کی عمر اسوقت ایک سال ۱۰ ماہ کی ہو چکی ہے - اور اس خردسالی میں حتے الوسع جس دیانت اور امانت سے اس نے ناظرین کی خدمت کی ہے - اوسکا ایک بدیہی ثبوت یہ ہے - کہ باوجود بے قاعدہ اشاعت وغیرہ کے جو عام طور پر احمدیہ پبلک کی رنجیدگی اور آزردہ دلی کا باعث ہوتی رہی اس قلیل عرصہ میں اسنے پانسو سے زیادہ احمدی احباب کو اپنا گرویدہ بنا لیا اور یہی بات اس امر کیلئے کافی دلیل ہے - کہ اسکا وجود جماعت کیلئے مفید اور ضروری ہے

(۳) بروقت اجرا اسکی بنیاد نہ کسی مستقل سرمایہ پر تھی - اور نہ ابتک ہے - حضرت امام الزمان کی خدمت میں رہ کر روحانی فیض حاصل کرنے کیلئے چونکہ کسی دینی شغل میں مصروفیت ضرور تھی - اسلئے محض توکل علے اللہ اس عظیم الشان کام کو ہاتھ میں لیا گیا اور الحمدللہ کہ آجتک مختلف احباب کے عارضی سہاروں سے اسنے پرورش پائی - لیکن چونکہ عارضی انتظام عارضی نتائج پیدا کرتے ہیں - اگرچہ وہ مستقل انتظاموں کا پیش خیمہ ہوا کرتے ہیں سو اسلئے آخر دسمبر ۱۹۰۶ء تک کا حساب کرنیسے معلوم ہوا ہے - کہ کارخانہ کو قریب [illegible] نقصان ہے - جسکا اصل باعث ظاہر اسباب میں قلت اشاعت ہے - اور جو کہ خود عارضی انتظاموں کا نتیجہ ہے - اور اندازہ لگایا گیا ہے - کہ اگر اس کی اشاعت پندرہ صد ہو جاوے تو اسیقدر سالانہ منافع بھی اس میں سے ہو جاتا ہے -

(۴) اخوت کے میدان میں محبت ہمدردی اور وفاشعاری کی بازی میں گوئے سبقت لے جانے والی قوم کی شان کے یہ ہرگز شایاں نہیں ہے - کہ وہ ایک دینی مجاہد اور جاں نثار اور وفادار خادم کو ناکامی اور مایوسی کا نشانہ بنکر اضحوکہ اغیار بننے دے لہذا ایک درد سے بھرے ہوئے دل کو لیکر میں اپنے سابق بالخیر احباب سے ملتجی ہوں - کہ وہ اس دینی اور قومی خادم کارخانہ البدر کو قائم اور برقرار رکھنے کیلئے اپنی پوری ہمت اور توجہ سے کام لیکر مفصلہ ذیل تجاویز کو عملی لباس پہنا دیں - اور عنداللہ ماجور ہوں -

ا - یہ ہر ایک خریدار انشراح صدر سے اجازت دے - کہ ۱۹۰۷ء کی سالانہ قیمت کے ساتھ ۱۹۰۶ء کی سالانہ قیمت بطور قرض حسنہ کے انہیں ایام میں وصول کی جاوے - تاکہ کارخانہ قرضہ کی زیرباری سے سبکدوش ہو کر فارغ البالی سے خدمت کر سکے -

یہ پیشگی قیمت بشرطیکہ قضاوقدر کی طرف سے کوئی ناگہانی امر مثل جاری ہونا وغیرہ کے پیش نہ جاوے جس سے اسکی ادائیگی سے عاجز رہ جاویں - پندرہ سو اشاعت کے پورا ہو جانیپر واپس کر دی جائیگی -

ب - اس سال میں آپ اپنی پوری ہمت سے یہ کوشش کریں - کہ آپ کے تعارف اور گردنواح میں کوئی ذی مقدرت بھائی اسکی خریداری سے خالی نہ رہ جاوے - اور جو متوسط احوال ہیں - وہ دو دو اور تین تین ملکر اسے خریدیں یا ہر ایک خریدار کم از کم دو دو خریدار پیشگی قیمت ادا کرنیوالے بہم پہنچا دیں - تاکہ مجوزہ اشاعت پوری ہو کر گذشتہ نقصان کی تلافی کر سکے اور فارغ البالی سے خدمت کا موقعہ ملے

ج - جو ذی وسعت احباب کسی جماعت کیلئے اخبار اور رسالوں کی ضرورت کو فی زمانہ حال محسوس کرتے ہیں - یا ان کو علم ہے کہ البدر نے دینی خدمت کے ایک بڑے حصے کو نبھایا ہے - وہ خصوصیت سے اسکی اعانت اور سرپرستی منظور فرما کر خاص ڈونیشن سے اسکی قرضہ میں امداد فرماویں - اور عنداللہ ثواب حاصل کریں -

یہ صرف کوشش و سعی ہے - اور ہر ایک کام اللہ تعالےٰ کے فضل سے پورے ہوتے ہیں -

خاکسار محمد افضل منیجر البدر قادیان

ضرور مطالعہ فرمایئے

ضمیمہ اخبار البدر مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۰۶ء

ضرور مطالعہ فرماویں

میں اس امر کے اعتراف سے باز نہیں رہ سکتا۔ کہ آجتک جو خدمت اس پاک جماعت کی البدر کے ذریعہ میرے ہاتھوں ہوئی ہے۔ وہ میری کسی ذاتی کوشش کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ یہ تمام برکت حضرت مسیح موعود علیہ السلام (جنکے مبارک قدموں میں زمانہ کی موجودہ روحانی اور جسمانی ظلمتوں سے تنگ آکر میں پناہ گزین ہوا ہوں) کی پاک توجہ سے ہے۔ اور محض اللہ تعالٰے کا فضل ہے۔ کہ اس نے اس ادنیٰ خدمت کو لطف و کرم کی نظر سے دیکھا۔ اور اس برائے نام سعی اور ہمت کو اپنی بارگاہ عالی میں قبولیت کا شرف حاصل کیا۔ یہ صرف اسی کا نتیجہ ہے۔ کہ اسقدر محبان دین نے اخبار کے خریدار بنکر میری عزت افزائی کی ہوئی ہے اور مجھے اس خدمت کا اہل گردانا ہوا ہے۔ ورنہ بذات خود مجھے کب یہ یارا حاصل ہو سکتا تھا۔ کہ دفتروں میں قلم گھسا تا ہوا خدا کی برگزیدہ احمدی جماعت کی اس عظیم الشان خدمت کا بوجھ سر پر لوں۔ اور پھر اسے بقدر وسعت نبھا بھی دوں۔ اور اس مولا کریم کے سابقہ فضلوں اور احسانوں کو مدنظر رکھکر میں اسے سخت کفران نعمت خیال کرتا ہوں کہ اس خدمت کی بجا آوری سے آیندہ کیلئے مایوس ہو جاؤں۔ اور اس نو آراستہ احمدی گلشن کی خوشنما۔ سرور بخش اور دل و دماغ کو معطر کر کے روح کو ابدی خوشی بخشنے والے نونہال البدر کی سیرابی اور سرسبزی کی تکمیل کیواسطہ باغبانان گلشن اخلاص کو توجہ نہ دلاؤں۔ مبادا میری غفلت اور کسل کا نتیجہ یہ ہو۔ کہ اس نونہال کی کلیاں ہی مرجھا جائیں اور عندلیبان چمن نغمہ سرائے توحید کو اس البدر کے باغ میں بے موسمی خزاں آجانے سے نوحہ سرائی کرنی پڑے۔ اور ہمارے پرجوش اور قومی ضرورتوں کو محسوس کرنیوالے احباب اپنی جماعت کے اس وجاہت اور رعب اور ہڑمین جو اخباروں اور رسالوں سے قایم ہوتا ہے۔ البدر کی عدم موجودگی سے نقص آتا دیکھکر ہمیں اس لئے معلون کریں۔ کہ حقیقت حال سے ان کو آگاہ کر کے اس عمارت کی تکمیل کے لئے جن مصالح کی ضرورۃ تھی۔ وہ کیوں نہ طلب کیا۔ اور اسی لئے ہمنے دوسرے صفحہ پر ان تمام ضروری امور کو ارباب ملت کے حضور میں پیش کر دیا ہے۔ جو اسکے مستقل قیام کے لئے ہمارے ذہن میں آئی ہیں۔ اور اگر کوئی صاحب اس سے مفید تر کوئی اور تجویز پیش کر سکتے ہیں۔ جس سے غیر موقت اشاعت اور بے ترتیبی کے عیوب جو اخبار کو لاحق حال ہیں۔ رفع ہو سکتے ہیں۔ تو ہمیں اُسے سننے اور مفید معلوم ہونیکے بعد عمل درآمد میں لے آنے سے ہرگز دریغ نہیں ہے۔ بلکہ اس سے پیشتر کئی دفعہ آرٹیکلوں... کے ذریعہ سے ہمنے درخواست کی ہے۔ کہ جن اکابر ملت کے ذہن اور دماغ ایسی ضرورتوں کے رفع کیلئے تیزی سے کام کر سکتے ہیں۔ وہ ضرور اسمیں حصہ لیویں۔ اور اپنے عزیز وقت کے چند منٹ ہمارے لئے وقف کریں۔ بلکہ ہمنے ۲۴ مئی کے اخبار میں یہاں تک لکھ دیا تھا۔ کہ اگر ہمارے ذی مقدرت اور صاحب وسعت بھائیوں میں سے کوئی اس دینی اور قومی خدمت کی سرانجام دہی کیلئے کشادہ دلی سے ہمارے دست بازو ہو جاویں۔ اور جس گرمی اور درد دل سے ہم اس میں ذاتی طور پر مصروف ہیں۔ وہ مالی طور پر مصروف ہوں۔ اور مشترکہ طور پر جو ثمرات دینی اور دنیوی مولا کریم عطا کرے۔ اس سے مشترکہ طور پر متمتع ہوں۔ کیونکہ قومی اور دینی کام اس قسم کے ہوتے ہیں۔ کہ بدوں باہمی معاونت کے چل نہیں سکتے۔ اور اب ہم پھر اوسی مضمون کیطرف توجہ دلاتے اور اُسے مطالعہ کرنے کی التماس کرتے ہیں۔

چونکہ اخبارات کے مہتمم قوم کے افراد کو ہمیشہ قومی خدمات یاد دلا دلا کر امداد طلب کرتے رہتے ہیں۔ جس سے اکثر لوگوں کو یہ خیال پیدا ہو گیا ہے۔ کہ دینی اور قومی ضرورتوں کی آڑمیں یہ لوگ قوم کو لوٹا کرتے ہیں۔ اور اگرچہ میرا خیال ہے۔ کہ احمدی قوم کے پاکیزہ دماغ اس قسم کی بدظنیوں سے پاک ہونگے۔ لیکن تاہم چونکہ سب افراد کا دل اور دماغ ایک ہی قسم کا نہیں ہوتا۔ اور بعض کمزور طبایع کا ذہن اس قسم کی نکتہ چینیوں کیطرف منتقل ہو سکتا ہے۔ اس لئے ان کو اس قسم کی بدظنی سے محفوظ رکھنے کے لئے ہم نے اس نقصان کی تعداد بھی تبلادی ہے۔ جو کہ آخر دسمبر ۱۹۰۴ء تک کارخانہ کو ہوتا ہے۔ ایک گاؤں کی رہائش کو جہاں اخباری ضروریات کا بہم پونچانا مشکل امر ہے مدنظر رکھتے ہوئے ایک ایسے اخبار کے کارخانہ کیلئے جس کی اشاعت اسوقت پانسو ہے۔ اقل سے اقل ایک ہزار ساڑھے سات سو روپیہ سالانہ سرمایہ کیضرورت ہے حالانکہ موجودہ اشاعت کے لحاظ سے اسکی آمدنی صرف ایک ہزار ایک سو ستر روپیہ کے قریب ہوتی ہے۔ اس طرح سے چھ سو کے قریب سالانہ خسارہ ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ ہمنے غلہ ارزان اور نا مکمل رکھا۔ اور اپنی خدمات کا معاوضہ یعنے ایڈیٹری اور مینیجری کی تنخواہ کامل طور پر کارخانہ سے نہ نکالی۔ اور کچھ بیرونجات سے بھی کام آتا رہا۔ اس لئے ایک معقول رقم کی تلافی ہو کر دو سال میں صرف سات سو روپیہ تک نقصان کی تعداد پونچی ہے۔ اگرچہ یہ ایک دل شکن اور مایوس کن نتیجہ ہے۔ لیکن الحمد للہ۔ کہ اس کا اثر ہمارے قلب اور دماغ پر مطلق نہیں ہے۔ اور نہ اس سے ہراساں ہو کر ہم کسی قسم کا کسل اپنے اندر محسوس کرتے ہیں۔ اور ہمیں کامل اُمید ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان تمام مشکلات سے مخرج پیدا کریگا۔ پس جس طرح سے میں اپنی خدمات کی بجا آوری کیلئے مردانہ وار حاضر ہوں۔ اُمید ہے۔ کہ میرے پیارے احمدی بھائی اپنی ہمتوں کو بلند کر کے پیش کردہ تجاویز پر عمل درآمد کریں گے۔ جنکی طرف بقایا ہے۔ وہ جلد ادا کریں۔ اور جو اصحاب مطبع کے کام میں ہماری مدد کر سکتے ہیں۔ وہ اسمیں مدد دیں۔ کیونکہ صرف مطبع میں دو سو سے زیادہ کا سالانہ خسارہ ہے۔ اور جب تک اشاعت پندرہ سو کے قریب ہو۔ یہ اسی طرح رہے گا۔ ساڑھے تین صد روپیہ کے قریب بقایا بذمہ خریداران ہے جسکی ادائگی کیطرف توجہ دلائی جو اصحاب اخبار کے بروقت نہ پہنچنے کی شکایت کرتے ہیں۔ وہ غور سے ان صفحات کو مطالعہ کریں۔ اور تجارتی نظر سے نہیں۔ بلکہ اخوۃ اور ہمدردی اور محض نیک خیال اور نظر سے ہمارا اور اپنے معاملات رکھیں۔ اور جو کچھ چندہ ادا کرتے ہیں۔ وہ تو صرف کاغذ اور سیاہی وغیرہ کی قیمت ہوتی ہے۔ حالانکہ ان چند پیسوں کے ذریعہ سے بیش بہا خزانہ الٰہی کتاب کے حقایق اور معارف کا محض خدا کے فضل سے ان کو مل جاتا ہے۔ اور تزکیہ نفوس کی وہ بیش بہا نصائح ان تک پونچتی ہیں۔ جو کہ لاکھا روپیہ سے اس موثر پیرایۂ کلام میں نہ مل سکتی تھیں۔ سو وہ اصحاب ہماری ان فروگذاشتوں پر جنمیں ہم واقعی معذور ہیں۔ ہمیں ملزم نہ کریں۔ اور ہماری خدمات کو الٰہی نعمت جان کر الٰہی قول ان شکرتم لازیدنکم پر نظر رکھیں۔ اور دست نصرت اور ہمت کو دراز کریں۔ اور سب قدرت اور توفیق اللہ تعالیٰ کو ہی ہے۔ اور اسی کے فضل سے سب کام چلتے ہیں۔

خاکسار محمد افضل مینجر البدر